۱۹۔ اعجاز، راہی (۱۹۸۶) اردو زبان میں ترجمے کے مسائل، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، صفحہ نمبر ۳۷

۲۰۔ جیلانی، کامران پروفیسر (۱۹۸۵) ترجمہ روایت اور فن، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، صفحہ نمبر ۱۵

۲۱۔ ایضاً۔۔۔۔۔۔ صفحہ ۳۷

۲۲۔ مرزا، حامد بیگ (۱۹۸۴) اردو ادب سے انگریزی میں نثری تراجم، مقتدرہ قومی زبان، صفحہ نمبر ۱۷ تا ۱۹

۲۳۔ ایضاً۔۔۔۔۔۔ صفحہ نمبر ۱۹

حوالہ جات

1: ww.janan-e-urdu.com>Urdu-literature.

2: Translation studies; A brief history of the discipline.

۳۔اُردو دائرہ معارف اسلامیہ (۱۹۶۲)، دانش گاہ پنجاب لاہور، صفحہ، ۲۰۲۔

۴۔حاجی، احمد فخری، (۱۹۲۹) اردو سالہ، تاکدیم ۱۰

۵۔نیو طالسطانی / حمید شاہد، (۱۹۹۳) جنگ اور امن، جلد اول، پولیمر پبلکیشرز لاہور، صفحہ نمبر ۲۸

۶۔صوبیہ، سلیم ڈاکٹر، (۲۰۱۲) فن ترجمہ کاری (مباحث) ادارہ روغ قومی زبان پاکستان، صفحہ نمبر ۴۸

۷۔جیلانی، کامران، پروفیسر (۱۹۸۵) ترجمہ روایت اور فن، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، صفحہ نمبر ۱۹

۸۔ای ض اَ۔۔۔۔۔صںغلحہ

9: ww.janan-e-urdu.com>Urdu-literature.

10: ww.janan-e-urdu.com>Urdu-literature.

۱۱۔جیلانی، کامران پروفیسر (۱۹۸۵) ترجمہ روایت اور فن، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، صفحہ نمبر ۳۰

۱۲۔مرزا، حامد بیگ (۱۹۸۴) اردو ادب سے انگریزی میں نثری تراجم، مقتدرہ قومی زبان، صفحہ نمبر ۱۹

۱۳۔سید یر انور، ڈاکٹر، (۲۰۱۰) شخصیت اور فن پروفیسر سجاد نقوی، کادمی ادبیات پاکستان صفحہ نمبر ۷۶

۱۴: مرزا، حامد بیگ (۱۹۸۴) اردو ادب سے انگریزی میں نثری تراجم، مقتدرہ قومی زبان، صفحہ نمبر ۲۹

۱۵۔عارف از ضیاء (۲۰۰۷) مضمون دو تراجم کی اہمیت وافادیت، روزنامہ جنگ کوئٹہ، براہوئی احوال

۱۶۔حنیف، ابن (۱۹۹۶) بھولی بسری کہانیاں (یونانی)، بیکن بکن گل گشت ملتان، صفحہ نمبر ۴۷

۱۷۔جیلانی، کامران پروفیسر (۱۹۸۵) ترجمہ روایت اور فن، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، صفحہ نمبر ۳

۱۸۔ایضاً۔۔۔۔صفحہ نمبر ۳

فن کی بدولت ہوئی ہے۔ اس فن نے زروں کو سورج بننے کا شرف بخشا، یہ دو تہذیبوں کو ملانے کا وسیلہ ہے، قدیم سے لے کر جدید دور میں اس فن کی قدر و قیمت مسلم ہے۔

آج کے دور میں ترجمے کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور ماہر زبان آج ترجمے کو تخلیق کا درجہ درے رہے ہیں۔ کیونکہ ناواقف زبان کے علمی خزائن کو اپنی زبان کے ڈالنا سننے میں شاہد آسان ہو لیکن اس کام کی انجام دہی بہت ہی مشکل امر ہے جیسے کوئی لکھاری اپنی تخلیق میں وہ قرب محسوس کرتا ہے اسی طرح ایک ترجمہ نگار بھی ترجمہ کرتے وقت اسے قرب سے دوچار ہوتا ہے۔

علم کی وسعت اور علمی دریافتوں کی کثرت سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچانے میں ترجموں نے بڑی مدد کی ہے۔ یورپ کے نشاۃ ثانیہ میں عربی کے تراجم کا بھی ہاتھ ہے ترجمہ وہ کنجی ہے جس کے ذریعے علوم وفنون کے خزانے سب کے لئے کھل جاتے ہیں اسی لئے روزبزور ترجموں کی اہمیت بڑھتی جارہی ہے اور ترجمے نے بھی تخلیق کا درجہ پالیا ہے۔

ترجمہ ایک مستقل فن ہے جو بڑی ریاضیت چاہتا ہے اخبار، ریڈیو اور اب تدریسی ضرورتوں کے تحت اردو ترجموں کی مانگ بڑھتی جارہی ہے ایک دو یونیورسٹیوں میں ترجمے کے شعبے کھل گئے ہیں تو اس قیمت تخلیق کے ہم پلہ ہوتی ہیں اس طرح ہم کہ سکتے ہیں۔ ترجمہ علوم کا آکسیجن ہے۔

"عالمی سطح پر رابطوں کی بحالی اور مضبوطی کے لیے ترقی یافتہ اقوام میں بڑے پیمانے پر ٹرانسلیشن اور پروجیکٹ متحرک ہیں۔ جس کی دو مثالیں یونسیکو اور انٹر نیشنل فیڈریشن آف ٹرانسلیٹر (FIT) ہیں۔ امریکہ کا سب سے بڑا سائنسی ادارہ ناسا اپنے جریدے Star میں دنیا بھر کے خلائی تحقیقاتی کام کے تراجم شائع کرتا ہے۔ برطانیہ میں ترجمے کا سب سے بڑا مرکز برٹش لائبریری لینڈنگ ڈویژن ہے۔ جو فرمائش کرنے پر سماجی طبعی اور تکنیکی علوم کے تراجم فراہم کرتا ہے"۔

(مرزا، حامد بیگ (۱۹۸۴) اردو ادب سے انگریزی میں نثری تراجم، صفحہ ۱۷ تا ۱۹)

دنیا میں کئی اسے تراجم کے ادارے کھولے گئے ہیں جہاں صرف ترجمے کے کام ہوتے ہیں اور دنیا کی تمام تر تخالیق چاہے وعلمی، معاشرتی، یا ادبی ہوں ان کا خالص ترجمہ کیا جاتا ہے اور اس کام کے لئے پروفشنلز ترجمہ نگار بھی بروئے کار لا جاتے ہیں جیسے حامد بیگ نے اپنی کتاب "اردو ادب میں انگریزی سے نثری تراجم"، میں ان اداروں کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے کہ

"امریکہ کا قومی مرکز ترجمہ نیشنل ٹرانسلیشنز سنٹر شکاگو ۱۹۵۳ء میں قائم ہوا یہ ادارہ سماجی اور طبعی علم کے علاوہ طب اور انجیرنگ س ے م ت ع ل ق م ش ر ق ی اور م غ ر ب ی ز ب ان و ں س ے ت ر اج م ک اک ام ک ر ت اہ ے۔ اس ادارے س ے ت ق ر ی ب اً س اڑھ ے ت ی ں ادارے کے ماہوار جریدے کا نام Translation monthly ہے۔ امریکہ کا ایک بہت بڑا ادارہ American translation Association. جو ۱۹۵۹ء میں قائم ہوا اس ادارے کے مستقل ملازمین کے علاوہ تقریباً ۸۸ جریدے شائع ہوتے ہیں۔ جن کی تفصیل برٹش لائبریر لینڈنگ ڈویژن برطانیہ کی شائع کردہ کتاب (Journalism translation) میں ملاحظ کی جاسکتی ہے۔ سو کہا جاسکتا ہے۔ کہ دنیا کی بہت سے معاشرتی اور ذہنی تحریکیں ترجمہ کرنے والوں کی محنت کا نتیجہ ہیں۔ ترجمہ کی تحریکات عمل دونوں اعتبار سے اسلامی علمی دنیا میں حیرت انگریز طور پر نتیجہ خیز رہی ہے۔"

(ای ض اَص ف۱۹ا ہ ن م ب ر

اوپر کی ہوئی تمام باتوں سے یہ اخذ کرنا قدرے آسان ہو گا کہ ترجمے کا فن کسی بھی ادبی معاشرے میں سنگ میل کا کام دیتی ہے۔ اس سے نہ صرف فکری تبادلہ ہوتا ہے بلکہ ثقافتی، تاریخ، اور علمی تبادلہ بھی ہوتا ہے۔ بہت سے ایسی نایاب و نادر کتابیں جو ایسی زبان میں لکھی ہوئی ہیں کہ جن کا سمجھنا مشکل ہوتا ہے جیسے خطِ میخی لیکن ان کو سمجھنے کا واحد حل یا طریقہ ترجمہ کی مدد سے ہی ممکن ہے۔ یا بہت سے لوگوں کو ایک سے زیادہ زبانیں بولنی یا لکھنی نہیں آتیں تب ان لئے کئے علم کا ذخیرہ ترجمات کی ہی مدد سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس لئے ترجمہ کرنا ہر دور میں ضروری امر سمجھا جاتا ہے۔

ماحصل

دنیا میں علم کی ترقی اس بات کی دلیل ہے۔ کہ تاریخ میں کوئی ایسا دور نہیں گزرا جس میں ترجمے سے لوگوں نے فائدہ نہیں اُٹھایا ہو۔ چاہے وہ ذریعہ ابلاغی ہو یا طب، فلکیات، مذہب، ادب، کلچر، فلسفہ، تاریخ، سائنس اور تجارت سب کی ترقی اس

(جیلانی، کامران پروفیسر (۱۹۸۵) ترجمہ روایت اور فن، صفحہ ۳)

ُ ردو م ی ں ن ث ر ک ی اص ن اف ک ی ج ڑوں ک و پ ھ ی ل ان ے اور ک ون پ ل وں ک وپ ن پ ن ے ک ی اب ت داء ن ث ر ی
سے مختلف روایت سامنے آئی ہے۔ کچھ "سب رس" کو پہلا ترجمہ قرار دیتے ہیں۔ اور کچھ دیگر کتب کے حوالے سامنے آئے ہیں۔

"اردو میں نثری تراجم کا آغاز سترہوی صدی کے آغاز سے ہوتا ہے۔ عام طور پر سترہوں صدی میں ملاوجی کی سب رس ۱۶۳۵ء کو سب سے پہلی ترجمہ شدہ کتاب تصور کیا جاتا ہے۔ مگر تحقیقی اعتبار سے شاہ میراں جی خدانما (دکن) سب سے پہلے مترجم قرار پائے ہیں۔ جن کا تعلق قطب شاہی عہد سے تھا۔ جس نے عربی زبان کے مشہور مصنف الوالفضائل عبداللہ بن محمد عین القضاہمدانی کی تصنیف "تمہیدت ہمدانی" کا اُردو میں ترجمہ کیا۔ اس ترجمے کا ایک نسخہ ۱۶۰۳ء میں لکھا گیا۔ اس سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ اُردو میں نثری تراجم کی روایت منظوم تراجم سے پہلے قائم ہوئی"۔

(جیلانی، کامران پروفیسر (۱۹۸۵) ترجمہ روایت اور فن، صفحہ ۳)

ترجمہ نگاری نہ صرف معاشرتی علوم یا تاریخ مواد کا نہیں ہوتا بلکیں اسکا ایک بڑھ حصہ علمی وادبی بھی ہے اردو زبان میں آج کئی ہزار کتابیں چھپ چکی ہیں لیکن بغور مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ان میں نصف سے زیادہ تراجم ہیں۔

"اُردو کے کلاسیکی ادب کا بڑا حصہ تراجم پر مشتمل ہے۔ خصوصا نثری ادب کی ابتداء ہی تراجم سے ہوئی ہے۔ سب رس، بل کتھا، نوطرز مرصع، باغ و بہار، آرائش محفل کے ترجمے فارسی سے کئے ہیں"

(اعجاز، راہی (۱۹۸۶) اردو زبان میں ترجمے کے مسائل، صفحہ نمبر ۳۷)

بیسویں صدی کے اوائل میں مذکورہ بالا تنظیموں کے علاوہ انفرادی طور پر بھی اُردو تراجم کا سلسلہ جاری رہا مغربی زبانوں کے ناول، افسانہ اور ڈرامے وغیرہ کو اُردو میں تراجم کا جامعہ پہنایا گیا۔ اُردو ترجمے کا دائرہ کاریوں وسیع ہوتا گیا"

(جیلانی، کامران پروفیسر (۱۹۸۵) ترجمہ روایت اور فن، صفحہ ۱۵)

اردو ادب کے تمام نامچین لکھاری جہنوں نے اپنی تخالیق سے اردو ادب کے گوشے سرشار کئے ہوئے ہیں انہوں نے بھی اپنی ادبی زندگی میں کئی کتابوں کا ترجمہ کیا ہے انہی لکھاریوں کا رتزکرہ کامران جیلانی نے کیا ہے۔

"بیسویں صدی کے اُردو ادب میں پریم چندراور سجاد حیدر یلدرم سے لیکر اختر حسین رائے پوری، سعادت حسن منٹو، عزیز احمد، محمد حسن عسکری، قراۃالعین حیدر اور انتظار حسین نے نثری ادب کا ترجمہ کیا ہے"۔

(ای ض اُصی [illegible] ح ہ

ترجمہ کی اہمیت قدیم دور سے لے کر دور حاضر تک مسلم ہے۔ ترجمہ کی ضرورت دن بہ دن بڑتی جارہی ہے۔ آج تیز رفتار زندگی میں اس کی ضرورت بڑھ گئی ہے۔ ادب، سائنس ٹیکنالوجی اور دیگر شعبہ میں ترجمہ کے بغیر آگے بڑھنے کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

دوسروں تک پہنچانے سے ہمیشہ ادب میں بہتری کا راستہ سامنے آتا ہے۔ گل گامیش، الف لیلہ، کورش، حکایات سعدی، رومی خیام اور دیگر اہم تصنیفات سے ہم نے استفادہ کیا ہے۔ تو وہ شمع ترجمہ ہی ہے۔

''کسی بھی زبان کے ادب میں تراجم کی اتنی اہمیت ہوتی ہے۔ جتنی تخلیقات کی بلکہ اگر معلوماتی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو تراجم کی اہمیت تخلیقات سے کچھ زیادہ اس لیے ہو جاتی ہے۔ کہ ہم تراجم کے زریعے دنیا کی دوسری زبانوں کے ادب میں ہونے والے کام کے ساتھ ساتھ اس کے معیار اور اس زبان کے بولنے والوں کے فکری سطح اور ان کے علاقہ کے جغرافیائی حالات کے علاوہ تمدن اور ثقافت سے بھی آگاہی حاصل کر لیتے ہیں۔ کسی زبان کے ادب میں دنیا کی دیگر زبانوں کے عالمی معیار کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یعنی تراجم وہ کسوٹی ہوتے ہیں۔ جن پر معیار کو پرکھا جا سکتا ہے، اور اس زبان و ادب میں تخلیق کے لیے نئی راہوں اور فکری و فنی ضرورت کا تعین کیا جا سکتا ہے''

(عارف از ضیاء(۲۰۰۷) مضمون دو تراجم کی اہمیت و افادیت، روزنامہ جنگ کوئٹہ، براہوئی احوال)

اردو تراجم کی ابتدا:

دنیا کا کوئی بھی ادب ہو اس کا خمیر مختلف زبان و ادب کے تخلیقات سے اثر و رسوخ اخذ و استفادہ کے بعد جامد شکل میں سامنے آئی ہے جو دور کسی بھی ادب کا عہد زریں رہا ہے۔ وہ ترجمے کے حوالے سے بھی اہم رہا ہے۔

''اس سے ظاہر کہ دنیا کا کوئی بھی ادب ہو وہ لسانی تہذیبی اثرات کے بنا پر مکمل ہوا ہے۔ یونان نے دیگر زبانوں سے اپنا وجود مضبوط کیا یورپی زبانوں نے یونانی زبان سے خود کے ادب کا نیو بنایا۔ انگریزی نے جرمنی، فرانسی سے خود کو سہارا دے کر آگے بڑھتا چلا گیا۔ اور اُردو میں تو سنسکرت کی مٹی پہلے سے موجود تھی بعد میں اُنھوں نے یورپی زبانوں سے اثرات قبول کئے اور ہمارے ادیبوں نے فرانسی، روسی اور خاص کر انگریزی سے اپنے ادب کے وجود کو پختگی بخشی خصوص نثری ادب کا نیو اور ڈھانچہ مغربی زبانوں کا مرہوں منت ہے۔ افسانوی ادب تو پورا کا پورا یورپی ادب کے کندھوں پر ہوتا ہوا اب خود کے پاؤں سے چل رہا ہے''۔

(حنیف، ابن (۱۹۹۶) بھولی بسری کہانیاں، صفحہ نمبر ۴۷)

اُردو ادب کی عمارت ترجمہ کا مرہوں منت ہے۔ شعری اصناف ہوں یا نثری اصناف دیگر زبانوں کے طفیل سے آئے ہیں۔ مٹی اپنی ہے مگر اس مٹی میں ادب کے درخت کو تناور کرنے میں ترجمہ نے اہم کردار ادا کیا۔

''اُردو زبان کا دامن بھی ترجمے سے خالی نہیں اُردو کی ابتدائی شعری اور نثری ادب کی عمارت زیادہ تر تراجم کی بنیاد پر استوار نظر آتی ہے۔ شاعری میں قدیم دکنی مثنویوں کا پلاٹ فارسی یا عربی سے لیا گیا۔ نثری ادب میں ابتدائی اُردو قصے بھی فارسی، عربی کی وساعت سے اُردو میں آئے''۔

ترجمہ کی ایک دوسرے کی ثقافت اور تاریخ کو جاننے کا ایک خاص ذریعہ ہے جسکے بارے میں حامد بیگ نے یوں رقم دراز کی ہے

"ترجمہ بجائے خود ایک تہذیبی منطقے کا حامل رہا ہے۔ اور اسی تہذیب کے بل بوتے پر انسانی تہذیبوں نے آپس میں بہت کچھ لین دین کیا ہے۔ وہ یوں کہ ترجمہ ایک زبان کے علمی اور ادبی سرمائے کو دوسروں کے تجربات سے فائدہ اُٹھانے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ اور مختلف زبانیں بولنے والوں کے درمیان باہمی افہام و تفہیم اور ربط وضبط کی راہیں کھولتا ہے۔ زبانوں کا فرق ہمیشہ سے مختلف قوموں اور گروہوں کے درمیان اتحاد و یگانگت میں ایک بڑی رکاوٹ رہا ہے۔ جبکہ ترجمہ کی تہذیب اس رکاوٹ کو دور کرتی ہے۔"

(مرزا، حامد بیگ (۱۹۸۴) اردو ادب سے انگریزی میں نثری تراجم، صفحہ نمبر ۱۹)

ترجمہ مختلف زبانین بولنے والوں کے درمیان پل کا کام کرتا ہے۔ بہت سے کلچر کو آپس میں جوڑتا ہے۔ ترجمہ ہی کی وجہ سے رکاوٹین ختم ہوتی ہیں۔ اور ایک دوسرے کی جذبات بہ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔

"تراجم کسی بھی زبان کو ثروت مند بنانے کا بہترین وسیلہ ہیں۔ تراجم کا بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ ان کے زریعے نہ صرف ہم دوسری زبانوں کے علوم اور فنون کو منتقل کرتے ہیں۔ بلکہ تراجم کی مدد سے اہم اسالیب اور تصورات کے لیے نئے ڈھانچے اپنی زبان کو فراہم کر دیتے ہیں۔ اور ترجمے کی داخلی ضرورت کے تحت نہ صرف الفاظ سازی کے عمل سے گزرتے ہیں۔ بلکہ اکثر اوقات دوسری زبانوں کے الفاظ اپنی زبان میں منتقل کرتے ہیں۔ اس طرح اپنی زبان کے اظہار میں وسعت پیدا ہوتی۔ لفظ و معنیٰ کا نیا ارتباط عمل میں آنے لگتا ہے"۔

(سدیر انور، ڈاکٹر، (۲۰۱۲) شخصیت اور فن پروفیسر سجاد نقوی، صفحہ نمبر ۷۶)

ترجے کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ اس بات پر بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس سے نہ صرف یک زبان کا دوسرے زبان میں منتقل ہو رہی ہے بلکہ اس دوسرے زبان کے تمام اوصاف اور سب سے بڑھ کر فکری تبادلہ بھی ہو رہا ہے کیونکہ جو سوچ وفکر ایک شاہ پارے میں ہوتی ہے وہ شاید ہی دوسری قوم کے پاس ہو لیکن اسے شاہ پارے کی فکری سوچ کو اپنے زبان میں منتقل کرنا ترجے کی ہی توسط سے ہو پاتا ہے۔

"نوزائیدہ اور ترقی یافتہ زبانوں میں علمی و فلسفانہ ابلاغ و اظہار میں ترجے بڑھے معاون ثابت ہوتے ہیں۔ مترجمون ہی کی مدد سے کوئی زبان ابتداء میں گردوپیش کی زبانوں کا اثر و نفوذ قبول کرتی ہے۔ نئے الفاظ کو اخذ و انتخاب کرتی ہے۔ اور ترجموں ہی کی مدد سے اس میں بلحاظ ہیت و معنیٰ علمی و ادبی صباحت کے اظہار کا زریعہ بننے کی صلاحیت اور قوت پیدا ہوتی ہے"

(مرزا، حامد بیگ (۱۹۸۴) اردو ادب سے انگریزی میں نثری تراجم، صفحہ نمبر ۲)

دن ادب آج ترقی یافتہ ہے۔ جہنوں کے ترجے کو اپنایا ہے کسی بھی ادب کی ترقی میں ترجمہ کا بڑا ہاتھ ہے۔ جس قوم نے دوسرے قوم کی علوم و فنوں اور ادب کو اپنی زبان میں منتقل کیا ان کی ادب میں وسعت کشادگی پیدا ہو گئی۔ اور اپنے ادب کو

۲: قومی سطح پر ترقی یافتہ اقوام وفنون وادبیات سے واقفت حاصل کرنے کی خاطر۔

۳: گٹھن کے خلاف۔ تازہ ہوا کی جستجو کے خاطر جب پابندی یاں حد سے بڑھ گی تو افسانوں، نظموں اور دیگر اصناف میں تراجم ہونے لگتے ہیں۔ جن میں پابندیوں کے خلاف آواز بلند کر کے دوسروں کو آگے کرنا چاہتے ہیں۔ یا دوسروں سے حوصلے لیتے ہیں۔

۴: تخلیقی، صنفی، نثری اور شعری ضروریات کے تحت تراجم ہوتے ہیں"(ای ض اَص ف ح ۱۰۲ہ۔)

دیگر اقوام کے فنوں وادبیات اور دیگر شہ پاروں سے فائدہ اُٹھانے کی خاطر علم کے شیداؤں نے کتب کے تراجم کرائے عرب، عجم، مشرق اور مغرب سب کا مقصد اپنی علم ودانش میں اضافہ کرنا اور اپنے علم کو دوسروں تک پہنچانا تھا۔

"تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ایران کے فرمانروا بغداد کے عباسی خلفاء اور مصر کے فاطمی خلفاء علم وادب کے خاسے رسیا تھے اور اُنھوں نے نہ صرف دنیا کے نامور شہ پاروں کو عربی زبان میں ترجمہ کروایا بلکہ اپنے زیر کنٹرول علاقوں میں لائبریری قائم کیں۔ بغداد کا بیت الحکمت اور مصر کی بیت الحکیم جیسی لائبریری اپنی مثال آپ ہی ہے"

(www.Janan-e-urdu.com>urdu-liturer)

اس بیان سے یہ بات واضع طور پر کہا جاسکتا ہے کہ ترجمہ کی تاریخ آج سے نہیں بلکیں اب سے ہزاروں سال پہلے ہو چکی تھی اور آج اس جدید دور میں اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ترجمہ کی افادیت کا اندازہ ہم اس بات سے بھی لگا سکتے ہیں کہ اگر اُس زمانے میں چند ایک نایاب کتابیں جو اپنی خستہ حالت کی بناپر کبھی بھی ضائع ہو جاتے مگر ترجموں کی بدولت آج انکے نسخے ہم تک پہنچ گئے ہیں جیسا بیان ہے کہ

"اگر سقراط، افلاطون اور بقراطس کی ہزاروں سال پرانی تصانیف کا عربی زبان میں ترجمہ نہیں ہوتا تو یہ قیمتی سرمایہ روم اور یونان کے پرانے کھنڈروں میں داب کر غارت ہو گیا ہوتا۔ یورپ اور اشیاء کے ایوانوں میں آج ان کی گونج سنائی نہیں دیتی اس کی مثال بو علی سینا، ابو نصر فارابی، ابن رشید، ال ادریس کے کارنامے بغداد، غرناطہ اور یروشلم کے کتب خانوں میں ضائع ہو جاتے اگر یورپی زبانوں نے انہیں اپنے قالب میں ڈال کر چراغ جلانے کا سلسلہ جاری نہ رکھا ہوتا۔"

(www.Janan-e-urdu.com>urdu-liturer)

ان تراجم سے مختلف زبانوں میں تہذیب، طب، ثقافت، تاریخ، فلسفہ، ادب اور سائنس منتقل ہوتا گیا اور اس سے دنیا کی تمام ثقافت کا ایک دوسرے سے ربط ہوا جس سے ایک دوسرے کی تاریخ کو جاننے کا موقع فراہم ہوا اس لئے کہا جاتا ہے کہ

"ترجمہ دو مختلف تہذیبوں کے مخصوص رویوں کے روبرو ہونے کا عمل ہے۔ بلکہ یہ ایک تہذیبی مزاج کا اور دوسری تہذیبی شخصیت کا تعارف ہے"

(جیلانی، کامران پروفیسر (۱۹۸۵) ترجمہ روایت اور فن، صفحہ نمبر ۱۹)

”ترجمہ فی نفسہ اصل کی محض نقالی یا بھونڈ چربہ ہوتا ہے۔“(نیو طالسطائی / حمید شاہد،(۱۹۹۳)جنگ اور امن، جلد اول، صفحہ نمبر ۲۸)

جب تک نظریں کچھ نہ دیکھیں اس کے بارے میں سوچنا، کرنا یاد کھانا وجود میں نہیں آتا۔ اداکاری میں کردار مکالمے کے زریعے کوئی پیغام دیا جاتا ہے۔ مصور میں تصویر کے زریعے محبت اور نفرت رنگوں کے زریعے دیکھتا ہے۔ اس طرح مترجم بھی کسی تصنیف سے متاثر ہو کر اس کو اپنی زبان میں منتقل کرتا ہے۔ لیکن اصل کی نقالی کے لیے بھی وہی جذبات اُبھرنے چاہئے جو تخلیق کار میں اُبھرے تھے۔ تب ایک ترجمہ تخلیق کا ہم پلہ ہو سکتا ہے۔

”اسی طرح اصل کی ایک نقل ہے۔ جیسے بیلے رقص یا مصوری یا اداکاری بیلے میں بدن کے لوچ سے مصوری میں قلم سے اداکاری میں جسم اور آواز کی حرکات و سکنات سے اصل خیال کا ہو بہ ہو ترجمہ کرنا پڑتا ہے۔ اور ترجمے میں زبان دانی کی صلاحیت سے ہے کام لیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت کی کوئی نقالی ممکن نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس نقل کرنے والے کا جذب اندرون شامل نہ ہو وہ اداکاری بے روح ہو گی۔ جو اصل کردار کو اپنے اندر جزب کر کے خوب رچا کر پھر سے ایک نئے وجود کو جنم دیتی۔ جس میں اصلیت اپنی تمام خصوصیتوں کے ساتھ ابھر کر سامنے آئے اور نقل کا یا نقل کرنے والے کا اپنا وجود نظروں سے او جھل ہو جائے“۔

(صوبیہ، سلیم ڈاکٹر،(۲۰۱۲) فن ترجمہ کاری (مباحث) صفحہ نمبر ۴۷

ترجمہ کی ضرورت وافایت:

جب زبان حروف تہجی میں ڈھل کر تحریری شکل میں آگے بڑھی تو ترجمہ کا پہلا اور مضبوط نیو مذہبی تراجم بنے۔ سب
س ے ع م دہ م ث ال ق رآن م ج ی دہ ے۔ ج و دن ی اک ے ت ق ری ب اَت م ام زب ان م ی ں ت راج م ہ واہ ے۔ اس ک ی وج ہ ی ہ ہ ے ک ہ ت
دنیا کے کونے کونے تک نہیں پہنچ سکتی۔ مذہبی کلام سے لوگ بے بہرہ ہوتے۔

”ترجمے کی ضرورت کی بات جب ہوتی ہے تو میرا ذہن شاہ عبد القادر کا قرآن کی ترجمے کی طرف جاتا ہے۔ شاہ صاحب کو قرآن کو ترجمے کی ضرورت کیوں پڑی تھی۔ شاہ صاحب سے پہلے یورپی مشنریوں نے بائبل کا اُردو میں ترجمہ کیا تھا۔ ان دونوں نقطہ نظر میں یہ بات سامنے آتی ہے۔ کہ عیسائی مشنریوں اور شاہ عبد القادر دونوں کا ترجمے کے بارے میں مقصد اور ضرورت یکسان تھا۔ وہ ایک عام آدمی تک خدا کی بھیجی ہوئی کتاب کے مفہوم اور پیغام کا پہنچانا تھا۔ جسے بعض مشکلات کے باعث تمام آدمی جاننے اور سمجھنے سے قاصر تھا“۔

(جیلانی، کامران پروفیسر (۱۹۸۵) ترجمہ روایت اور فن، صفحہ نمبر ۱۹)

قدیم اور جدید دور میں دیکھیں تو ترجمہ چار وجوہات کی بنا پر ہوا اور ہو رہا ہے۔

۱: مذہبی سطح پر تاکہ لوگوں تک خدا کا پیغام پہنچایا جاسکتے۔

ترجمہ کی بدولت ہاتھ آیا ہے۔ ترجمہ کا دامن وسیع ہے اس میں تمام علوم کو جگہ ملی ہے ادب، سائنس، فلکیات، تاریخ، مذہب، فلسفہ، فنون و لطیفہ وغیرہ شامل ہیں۔ ترجمہ کے باقاعدہ ادارے قائم ہیں ترجمہ کے حوالے سے رسائل بھی نکل رہے ہیں۔ ترجمہ کا عمل قدیم سے لے کر جدید تک جاری و ساری ہے۔

ترجمہ کی تاریخ:

ترجمہ کی ابتداء اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ انسان کی پیدائش۔ انسان کی وجود کے ساتھ اس کی ضرورت بھی جوڑی تھی جب انسان نے اپنی بقاء کی کوشش کی تو دیگر عناصر کے ساتھ زبان اور ترجمہ بھی شامل تھے۔

”جب کوئی انسان کسی دوسرے کو اپنا مدعا اپنے دل کا حال اور ماضی الضمیر بیان نہیں کر پائے گا۔ تو کیسے اگلا قدم اٹھانے میں
ک ام ی اب ہ وگ ا؟ ی ق ی ن اَش روع م ی ں ای ک دوس رے ک ی زب ان س ے ن اآش ن ا ل وگ اش اروں ک ی زب ان م ی ں ای ک دوس ر
ہوں گے۔ اور اُس دوران کچھ مخصوص اقسام کی آوازیں بھی شاہد اُنھوں نے وضع کرلی ہوں گئی۔ جن کی مدد سے وہ سماجی رشتے قائم کرنے میں کار رہے ہوں گے۔“

(www.Janan-e-urdu.com>urdu-liturer)

ظاہر ہے شروع میں زبان سے انجان لوگ اپنی ضرورت کے تحت تصویروں اشاروں اور بعد میں صوتی طریقہ سے اپنا مدعا بیان کرتے تھے۔

Translation theory was regarded as a part of linguistic communication based on Information. This theory defines language as a code. During communication, speakers encode what they want to say and the listeners or reader who share the same code. (Translation studies; A brief history of the discipline)

اس طرح انسانی ضرورت خاص کر تجارت اور سیاحت نے ترجمہ کو فروغ دی۔ جب دو ملکوں کے درمیان تجارت ہوتی ہو ان کے ترجمان مقرر ہوتے جو دونوں زبانوں سے عبور رکھتے۔

”ان تجارتی ایوانوں کے لیے جنھیں Douane (دیوان) کہتے تھے۔ اور وہ تمام غیر ملکی تجارت کرنے والی بندرگاہوں میں قائم تھے۔ تمام تجارتی کاروبار انہی ترجمانوں کی وساطت سے ہوا کرتا تھا“

(اُردو دائرہ معارف اسلامیہ (۱۹۶۲)، صفحہ، ۲۰۲

کسی زبان کے الفاظ یا تحریر کو اپنی زبان میں لکھنا ترجمہ کہلاتا ہے۔ ترجمہ کا لفظی معنی ترجمانی ہے۔ کسی مصنف کے خیالات کو لیا جائے۔ ان کو اپنی زبان کا لباس پہنایا جائے۔ ان کو اپنے الفاظ و محاورات کے سانچے میں ڈالا جائے اور اپنی قوم کے سامنے پیش کیا جائے کہ ترجمے اور تالیف میں کچھ فرق معلوم نہ ہو۔ (حاجی، احمد فخری، (۱۹۲۹) اردو رسالہ، تاکدیم ۱۰) ترجمہ اصل کی نقل ہے۔ یہ نقل کی طرح ہو سکتی ہے۔ یا اس سے بہتر یا کمتر بھی۔ لیکن ہر حال ان کا مقصد معلومات دینا ہے۔

ترجمے کی اہمیت اور ضرورت قدیم سے جدید تک

[3]شہناز بی بی [4]زینت ثناء [5]خالد خٹک

Abstract:

The aim of this study is to present an outline of a translation. Translation studies starts with a brief description of the bearing which have language studies. The idea of the translation is to provide the thought of other writers. The study of translation can be divided into two parts one of them is called theoretical and other is ideological. Translation doesn't mean to covert the word to another word but the actual aim of translation is to convert emotional beliefs, thoughts, culture, and their traditional object of civilization code. The main object of the translation is to provide the world's best books of their own language. In this research study I focus the aim and objects of the translation and also its importance of translation in language and literature.

Keywords:

Brief description, Code, Civilization, Literature, Ideology Emotions

تعارف:

ترجمہ کی ابتداء انسان کی پیدائش کے ساتھ ہوئی ہے شروع شروع میں انسان اپنی ضرورت اور خیالات کو ظاہر کرنے اور تعلقات رکھنے کے لیے ترجمہ کو وسیلہ بنایا گیا۔ اشاروں میں ایک دوسرے کو اپنی بات سمجھنا ہی ترجمہ کی ابتداء ہے۔ اس کے بعد تصویروں، اشاروں کے زریعے خیالات کا اظہار کرنا زندہ رہنے کے لیے ایک دوسرے سے تعلق رکھنا تجارت کے حوالے سے ترجمہ کو زریعہ بنایا گیا۔ باقاعدہ ہر ملک اور معاشرہ کے ترجمان ہوا کرتے تھے ترجمان کے وسیلے سے ملکوں میں تجارت ہوا کرتی ہے۔ ابتداء سے لے کر اب تک تجارت زریعہ ترجمہ ہی ہے۔ مذہب کو پھیلانا اور دیگر مذاہب کے فرق کو واضع کرنے کے لیے ترجمہ کو اپنایا گیا۔ ترجمہ کی بدولت مذاہب کو پھیلانے میں آسانی ہوئی تمام علوم ترجمہ کی بدولت زندہ ہیں۔ جس زبان میں لین دین کا دامن وسیع ہو گا وہ زبان وسعت کے میدان طے کرتا جائے گا۔

ادب میں ترجمہ باقاعدہ ایک صنف ہے ترجمہ کی بدولت ادب کا دامن وسیع سے وسیع تر ہو گیا ہے۔ دنیائے ادب میں واقفیت کا بہتریں زریعہ ترجمہ ہے۔ اُردو ادب کے دامن میں دنیائے ادب کے پھول نظر آئیں گے۔ اردو ادب کا زیادہ تر سرمایہ

---

[3]PhD Scholar University of Balochistan Quetta Pakistan
[4]Professor Department of Balochi University of Balochistan Quetta Pakistan
[5]Professor and Chairman Department of Urdu University of Balochistan Quetta Pakistan